توہینِ رسالت

کی سزا کا قانون

○

حکومتی مؤقف
اور
ہمارا نقطۂ نظر

میاں خالد حبیب الٰہی
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

شعبہ نشر و اشاعت:
تحریکِ تحفظ ناموسِ رسالت
۷ سکندر روڈ - اپر مال ○ لاہور

نعت شریف

من گدائے تو یا رسول اللہ
جاں فدائے تو یا رسول اللہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی درگاہ عالیہ کا ایک کمینہ فقیر ہوں۔اور میری یہ جان حقیر آپ پر قربان ہے۔

گر بیا بم بہ دیدہ سرمہ کشم
خاکپائے تو یارسول اللہ

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے دل میں یہ حسرت موجزن ہے کہ اگر مجھ کو حضور والا کے قدم ناز کی خاک میسر آجائے تو میں اس کو اپنی آنکھوں میں سرمہ بنا کر لگاؤں۔

کاش ہر موئے من زباں بودے
در ثنائے تو یارسول اللہ

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا اچھا ہوتا کہ میرے رونگٹے آپ کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے لئے زبان بن جاتے۔

ارحم الرحمین نہ ہم بخشد
بے رضائے تو یارسول اللہ

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا اس بات پر ایمان ہے کہ جس شخص سے آپ راضی نہیں ہوں گے اس کو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائے گا۔

سر نہاد است برورت سعدی
در ہوائے تو یا رسول اللہ

سعدی نے نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنا سر آپکی چوکھٹ پر رکھ دیا ہے۔ اس امید پر کہ اس ناچیز سے راضی ہو جائیں۔

(از مقالات حضرت علامہ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ)

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قرآن و سنت اور اجماع امت سے یہ امر واضح و ثابت ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت سے لیکر اب تک مسلمانان عالم کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے۔ آئمہ اربعہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد بن حنبل اور تمام ائمہ دین مفسرین و محدثین کا بھی متفقہ فیصلہ یہی ہے کہ گستاخ رسول کی سزا قتل ہے۔ مگر کچھ دن پہلے وزیر قانون کا ایک بیان شائع ہوا کہ وفاقی کابینہ نے گستاخ رسول کی سزا کے قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے جس کے خلاف پورے ملک میں احتجاج ہوا جو اب تک جاری ہے۔ اس احتجاج میں سیاست کا کوئی دخل نہ تھا اور نہ ہے کیونکہ یہ تمام مسلمانوں کا دینی و ایمانی تقاضہ ہے۔ جبکہ حکومت اصل مسئلہ سے توجہ ہٹانے کے لیے اسے سیاسی سازش قرار دے رہی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حکومت کے نزدیک یہ سیاسی سازش ہے تو حکومت توہین رسالت کے قانون کے سلسلہ میں اپنے وزراء کے پیدا کردہ ابہام کو واضح اور دو ٹوک وضاحت کرکے اس سازش کو ناکام بنا دے۔ لیکن ارباب اقتدار کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ گستاخ رسول کی سزا میں تخفیف نہیں کی جائے گی۔ البتہ اس کا طریقہ کار تبدیل کرنے کے لیے ترامیم کی جائیں گی جس کے ذریعہ اس قانون کو قابل دست اندازی پولیس نہیں رہنے دیا جائے گا اور غلط الزام لگانے والے کے لیے دس سال قید کی سزا مقرر کی جائے گی۔ یہ دونوں ترامیم ایسی ہیں جس سے توہین رسالت کے قانون کی روح ختم ہو جائے گی اور یہ قانون غیر موثر ہو جائے گا جیسا کہ ممتاز قانون دان اور دانشور جناب میاں خالد حبیب الٰہی ایڈوکیٹ نے ان تمام مسائل پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ گستاخ رسول کی سزا اور اس سے متعلقہ دفعات کا قانون اور آئین کی نظر میں جائزہ لیتے ہوئے اس پر تحریک تحفظ ناموس رسالت کا موقف واضح کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے انسانی حقوق کی روشنی میں بھی اس قانون کا جائزہ لیکر انسانی حقوق کی نام نہاد علمبردار تنظیموں کو بھی دعوت فکر دی ہے۔ جو ناموس رسالت ایسے حساس مسئلے کو سمجھے بغیر دانشوری بگھار رہی ہیں۔

میاں خالد حبیب الٰہی ایڈوکیٹ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انہیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

یہ امر ظاہر ہے کہ اگر ارباب اقتدار نے گستاخ رسول کے قانون کو قابل دست اندازی پولیس نہ رہنے دیا اور غلط الزام کی آڑ میں گستاخ رسول کے مقدمہ کے مدعی کے لیے سزا کا امتیازی قانون بنا دیا (جبکہ پہلے ہی اس سلسلہ میں قانون موجود ہے) تو پاکستان کے مسلمانوں کا اضطراب ختم نہیں ہوگا۔

سید محمود احمد رضوی
پرنسپل مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے جونیجو دور حکومت میں شاتم رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی سزا کے لئے تعزیرات پاکستان میں کریمینل لاء (ترمیمی) ایکٹ مجریہ 1986 کے ذریعہ ایک دفعہ 295 - سی کا اضافہ کیا جو کہ درج ذیل ہے۔

"دفعہ 295 - سی - رسول پاک کے لئے اہانت آمیز الفاظ کا استعمال:
کوئی شخص بذریعہ الفاظ زبانی، تحریری یا اعلانیہ، اشارۃً، کنایتاً، بہتان تراشی کرے اور رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کی بے حرمتی کرے۔ اسے سزائے موت یا سزائے عمر قید دی جائے گی۔ اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہو گا۔"

اس دفعہ کے ذریعہ قانوناً" گستاخ رسول کے لئے سزائے موت یا سزائے عمر قید مقرر کی گئی ہے ۔علماء کرام کا اس سزا کے بارے میں موقف تھا کہ قران و سنت کے مطابق گستاخ رسول کے لئے صرف موت کی سزا بطور حد نافذ ہے۔ اس لئے دفعہ 295 سی تعزیرات پاکستان میں متبادل سزا عمر قید قران و سنت کے منافی ہے۔ 1987ء میں یہ معاملہ شریعت پٹیشن کے ذریعہ فیڈرل شریعت کورٹ میں لے جایا گیا - فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بنچ نے متفقہ طور پر مارچ 1990 میں شریعت پٹیشن منظور کرتے ہوئے توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو غیر اسلامی اور قران و سنت کے احکامات سے متصادم قرار دیتے ہوئے حکومت پاکستان کو ہدایت جاری کی کہ "یا عمر قید" کے الفاظ کو دفعہ 295 - سی تعزیرات پاکستان سے حذف کیا جائے۔ اس کے لئے حکومت کو 30 اپریل 1991 تک کی مہلت دی گئی۔ عدالت نے مزید حکم صادر فرمایا کہ اگر 30 اپریل 1991 تک ایسا نہ کیا گیا تو "یا عمر قید" کے الفاظ دفعہ 295- سی تعزیرات پاکستان میں اس تاریخ سے غیر موثر ہو جائیں گے۔ اس طرح 30 اپریل 1991 سے حکم عدالت کی رو سے عمر قید کی سزا خود بخود حذف ہو کہ غیر موثر ہو گئی۔

وفاقی شرعی عدالت نے مسلمانوں کا یہ انتہائی حساس اور اہم مسئلہ حل کیا تو

عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھ کا سانس لیا۔ لیکن افسوس کہ موجودہ حکومت نے بین الاقوامی دباؤ کو بنیاد بناکر توہین رسالت کی سزا میں تخفیف کے لئے وفاقی کابینہ میں غور شروع کرکے ہر کلمہ گو مسلمان کو چونکا دیا۔

وفاقی وزیر اطلاعات خالد خان کھرل نے 5 اپریل 1994ء کو وفاقی کابینہ کے فیصلوں کا اعلان کرتے ہوئے پریس بریفنگ میں بتایا "کہ کابینہ نے تعزیرات پاکستان اور ضابطہ فوجداری میں دفعہ 295 سی کے تحت جرم میں ترمیم کے لئے قانون و انصاف کے وفاقی ڈویژن کو ایک مسودہ قانون کی تیاری کی ہدایت کردی ہے۔"

وفاقی وزیر کے مذکورہ بیان کے بعد پنجاب اسمبلی میں جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی لیڈر صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نے پنجاب اسمبلی میں ایک قرار داد پیش کی جس کے ذریعہ وفاقی حکومت سے سفارش کی گئی کہ توہین رسالت کی سزا "سزائے موت" میں تخفیف نہ کی جائے۔ سرکاری بنچوں نے قرار داد کی پہلے تو مخالفت کی تاہم بعد ازاں قرار داد متفقہ طور پر منظور کرلی گئی۔ پنجاب اسمبلی میں قرار داد کی منظوری کے بعد وفاقی حکومت کی طرف سے وضاحت کی گئی کہ توہین رسالت کی سزا میں کمی یا تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ لیکن حال ہی میں وفاقی وزیر قانون اقبال حیدر نے آئرلینڈ کے شہر ڈبلن میں بیان دیا کہ "وفاقی کابینہ نے توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے اور اس ترمیم سے اب پولیس کو اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گرفتار کرنے اور جیل بھجوانے کا اختیار نہیں رہا۔ پاکستان ایک جدید اسلامی ریاست ہے اور موجودہ حکومت ملک میں مذہبی انتہا پسندی بالکل نہیں چاہتی۔" (روزنامہ خبریں لاہور مورخہ 3 جولائی 1994ء)

اقبال حیدر کے اس بیان کے بعد پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا' ہڑتالیں جلسے اور جلوس شروع ہو گئے۔ حکومت نے چار دن تک صورت حال کی کوئی وضاحت نہ کی۔ جس سے شکوک و شبہات میں اور اضافہ ہوا۔ چار دنوں کے احتجاج کے بعد حکومت نے پھر وضاحت کی کہ توہین رسالت کی سزا میں تخفیف نہیں کی جائے گی۔ بعد ازاں پھر مختلف وفاقی وزراء نے اپنے بیانات سے مسئلہ کو الجھا دیا۔ وفاقی وزراء کے بیانات سے حکومت کے تین طرح کے درج ذیل عزائم کھل کر سامنے آئے

1- توہین رسالت کے جرم کی سزا میں کمی کر دی جائے گی۔

2- توہین رسالت کے جرم کو ناقابل دست اندازی پولیس بنا دیا جائے گا۔

3- توہین رسالت کے مقدمہ کو ثابت نہ کر سکنے والے مدعی کو دس سال قید کی سزا دی جائے گی۔

اسلامیان پاکستان کے بھرپور احتجاج کے بعد حکومت نے صرف اس امر کی وضاحت کی کہ توہین رسالت کے جرم کی سزا میں تخفیف نہیں کی جائے گی۔ یعنی دفعہ 295 - سی ت پ میں ترمیم نہیں کی جائے گی۔ جبکہ باقی دونوں نکات پر حکومت اپنے موقف پر برقرار ہے۔ دراصل مسلمانان پاکستان کے بر وقت اور شدید احتجاج سے حکومت پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ دفعہ 295- سی تعزیرات پاکستان میں ترمیم کر کے توہین رسالت کی سزا میں کمی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ لیکن ارباب اقتدار غیر ملکی سیکولر قوتوں، انسانی حقوق کی تنظیموں کے دباؤ اور خود اپنے سیکولر ذہنی رجحانات کے پیش نظر اس کوشش میں ہیں کہ براہ راست نہ سہی بالواسطہ طور پر ضابطہ جاتی قانون میں ترمیم کے ذریعہ مروجہ قانونی طریقہ کار کو تبدیل کر کے توہین رسالت کے قانون کو غیر موثر کر دیا جائے۔ تاکہ قانون کی گرفت اس قدر ڈھیلی پڑ جائے کہ نہ صرف یہ کہ ملزم توہین رسالت کی سزا سے بچنے اور قانونی شکنجے کی گرفت سے آزاد ہونے میں کامیاب ہو سکے۔ بلکہ الٹا توہین رسالت کے جرم کے ارتکاب کی اطلاع دینے والا شخص امتیازی قانون کے تحت 10 سال کے لئے قید میں چلا جائے۔ اور اس طرح توہین رسالت کے سلسلہ میں مدعی بننے والے شخص کو اس قدر ہراساں اور خوف زدہ کر دیا جائے کہ شاتم رسول کے خلاف کوئی مقدمہ (ایف آئی آر) درج کرانے کی جرات نہ کر سکے۔

حکومت کے نقطہ نظر کو مدنظر رکھتے ہوئے زیر بحث معاملہ کا دو پہلوؤں سے جائزہ لیا جانا ضروری ہے۔ ایک انسانی حقوق کے حوالے سے کہ آیا توہین رسالت کا قانون (دفعہ 295- سی ت پ) انسانی بنیادی حقوق کے تقاضوں کے منافی ہے؟۔ اور دوسرے ضابطہ فوجداری کے حوالے سے کہ آیا توہین رسالت کے مقدمہ کی تفتیش اور سماعت کا موجودہ طریقہ کار انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتا؟۔

توہین رسالت کی سزا اور انسانی بنیادی حقوق

توہین رسالت کی سزا قتل (سزائے موت) بطور حد قرآن مجید سے ثابت ہے۔ سورہ احزاب کی آیات نمبر 57 اور 61 بالکل واضح ہیں۔

ترجمہ: "بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ایسے ملعون جہاں کہیں ملیں پکڑ کر گن گن کر قتل کئے جائیں۔"

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان قران مجید کے مذکورہ احکامات کے مطابق حد کے طور پر واجب القتل ہے۔ اور کوئی بڑی سے بڑی عدالت، مقننہ یا سربراہ حکومت و مملکت ذرہ برابر بھی اس سزا میں تبدیلی یا تخفیف کا مجاز نہیں۔ لہٰذا کوئی کلمہ گو شاتم رسول کی سزائے موت پر بحث نہیں کر سکتا۔

بعض لوگوں نے توہین رسالت کے مسئلہ کو انکار رسالت کے ساتھ منسلک کر کے معاملے کو الجھانے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ یہ بات واضح ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر نہیں ہے۔ دین اسلام ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ کسی فرد کو زبردستی اور اس کی منشا کے خلاف اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے اور زبردستی اقرار رسالت کرایا جائے۔ یہ ہر فرد کا حق ہے کہ وہ اسلام قبول کرے یا نہ کرے، رسالت کا اقرار کرے یا نہ کرے۔ لیکن دنیا کا کوئی قانون، کوئی آئین اور بنیادی حقوق کا کوئی چارٹر کسی فرد کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ رسالت کی توہین کرے۔ اور مذہبی معاملات میں دوسروں کی دل آزاری کرے۔

انسانی حقوق کے علمبردارو ---- اگر تم قران و سنت کے واضح احکامات پر انحصار کرنے سے باغی ہو تو کم از کم پاکستان کے موجودہ نافذ العمل آئین کو تو مانو۔ جس کے عطا کردہ بنیادی حقوق کی بنیاد پر تم بات کرتے ہو۔ آیئے اس بات کا جائزہ لیں کہ 1973 کا آئین اس معاملہ میں ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے درج ذیل آرٹیکلز، ملاحظہ کیجئے۔

آرٹیکل -2- "اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہے۔"

آرٹیکل - 2 - (الف) (پیراگراف نمبر4)

"جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں کو اسلام کی تشریح کے مطابق پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے گا۔"

آرٹیکل - 20 - (باب بنیادی حقوق)

"قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع (الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی

کرنے اور اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہو گا۔"

آرٹیکل 227- "تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا جن کا اس حصہ میں بطور اسلامی احکام حوالہ دیا گیا ہے۔ اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔"

آئین کے آرٹیکل 2 الف کے مطابق جمہوریت، مساوات اور رواداری وغیرہ کا تصور وہ نہیں لیا جائے گا جو مغرب یا اشتراکی ممالک میں مروج ہے پاکستان کا آئین مغرب کی مادر پدر آزادی کی اجازت نہیں دیتا۔ پاکستان کا موجودہ آئین حکومت اور ہر شہری کو پابند کرتا ہے کہ جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں پر اسلام کی تشریحات کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

آرٹیکل 20 جو کہ بنیادی حقوق کے باب کا حصہ ہے اس میں ہر شہری کو خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کا پرچار کرنے کے لئے تین شرائط (i) ملکی قانون (ii) امن عامہ (iii) اور اخلاقیات کے تابع کر دیا گیا ہے۔

آئین کے تحت عطا کردہ بنیادی حقوق کسی کو یہ حق نہیں دیتے کہ وہ مسلمانوں کی اکثریت کے ملک میں ایسی ہستی کی توہین کرے جن کی عزت واحترام اور عظمت و توقیر کرنا مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے۔ آئین کے مطابق توہین رسالت کا مرتکب شخص نہ صرف ملکی قانون (295 - سی تعزیرات پاکستان) کی خلاف ورزی اور امن عامہ سے کھیلنے کا مجرم قرار پائے گا بلکہ ایسا فرد مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور اخلاقیات سے بغاوت کا بھی سزا وار ٹھہرے گا۔ توہین رسالت کے جرم کا ارتکاب دراصل کروڑوں مسلمانوں کے بنیادی حق کو مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے کوئی شخص ملکی قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کی دھجیاں بکھیر کر اور کروڑوں مسلمانوں کے مذہبی حق پر حملہ کر کے بنیادی حقوق کے استحقاق کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

دفعہ 295- سی تعزیرات پاکستان پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اس میں ملزم کی نیت (Motive) کا ذکر نہیں ہے۔ جبکہ غیر ارادی اور نیت کے بغیر کئے گئے جرم پر عام قانون میں انتہائی سزا نہیں دی جاتی۔ اس ضمن میں قرآن مجید کی سورہ بقرہ کی آیت نمبر 104 ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

ترجمہ "اے ایمان والو" "راعنا" نہ کہو اور یوں عرض کرو "انظرنا" اور پہلے ہی

سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اصول متعین فرما دیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا لفظ استعمال نہیں کیا جا سکتا جسے غلط معنی پہنائیں جا سکیں۔ اس آیت کا شان نزول یوں ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے کلام فرماتے اور صحابہ کو فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی بات کی سمجھ نہ آتی تو صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ سننے کے لئے عرض کرتے۔ "راعنا یا رسول اللہ" (یارسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمایئے) یعنی دوبارہ ارشاد فرمایئے۔ راعنا، کا لفظ فی نفسہ گستاخانہ نہ ہے۔ مگر کفار نے بدنیتی سے اسے غلط معنی میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ جس سے شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبی کا پہلو نکلتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حکما" مذکورہ آیت کریمہ کے ذریعہ 'راعنا' کے لفظ کے استعمال پر پابندی عائد کر دی۔ جبکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ لفظ 'راعنا' صحابہ کرام بے ادبی اور گستاخی کے معنوں میں بولنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی نیتوں کو اس ضمن میں مدنظر نہیں رکھا۔ لہٰذا مذکورہ حکم خداوندی کے بعد اگر کوئی شخص اپنی تمام تر محبتوں اور عقیدتوں کے ساتھ بھی رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ 'راعنا' استعمال کرتا تو ایسی غیر ارادی اور بغیر نیت کے گستاخی کفر قرار پاتی۔ نتیجتہ" یہ اصول متعین ہو گیا کہ اہانت رسول کے جرم میں نیت (Motive) کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

لہٰذا رحمت' العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشارتاً یا کنایتاً' ارادۃ' یا غیر ارادۃ نیتاً یا بغیر نیتاً' بالواسطہ یا بلاواسطہ معمولی سی گستاخی کا مرتکب فرد بطور حد واجب القتل ہے۔

توہین رسالت اور موجودہ قوانین

ہر ملک میں دو طرح کے قوانین ہوتے ہیں ایک Substantive Law یعنی مقاصد اور معاملات کا قانون۔ زیر بحث معاملہ میں تعزیرات پاکستان (Pakistan Penal Code) مجریہ 1860 اس قانون کے زمرے میں آتا ہے جبکہ دوسرا قانون ضابطہ جاتی (Procedural Code) کہلاتا ہے۔ ضابطہ فوجداری Criminal

(Procedure Code) مجریہ 1898 اسی قانون کی ایک قسم ہے۔ "تعزیرات پاکستان' جرم کی نوعیت اور اس کی سزا بتاتا ہے جبکہ ضابطہ فوجداری ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ملزم کے خلاف کسی کے پاس شکایت لے کر جانا ہے۔ مقدمہ کس طرح درج ہو گا۔ تفتیش کس طرح ہو گی - مقدمے کی سماعت کونسی عدالت کرے گی۔ جرائم اپنی نوعیت کے لحاظ سے معمولی یا سنگین ہوتے ہیں۔ سنگین نوعیت کے جرائم قابل دست اندازی پولیس ہوتے ہیں ضابطہ فوجداری کی دفعہ 4 (ایف) کے مطابق جرم اور مقدمہ قابل دست اندازی سے مراد ایسا جرم اور مقدمہ ہے جس میں پولیس کو بلا وارنٹ گرفتاری کا اختیار حاصل ہو۔ جبکہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 4 (این) کے مطابق ناقابل دست اندازی جرم اور مقدمہ میں پولیس وارنٹ کے بغیر گرفتاری عمل میں نہیں لا سکتی۔ سنگین نوعیت کے جرائم میں قانون ملزم کو یہ موقع فراہم نہیں کرتا کہ پولیس مجسٹریٹ سے ملزم کی گرفتاری کے لئے وارنٹ حاصل کرنے چلی جائے اور ملزم آرام سے فرار ہو جائے۔ قانون کا منشا یہ ہے کہ سنگین نوعیت کے جرم کے ارتکاب کی صورت میں بلا تاخیر بغیر وارنٹ پولیس ملزم کو گرفتار کر لے۔ توہین رسالت کے جرم کو ناقابل دست اندازی بنانے کا مطلب یہ اقرار کرنا ہے کہ توہین رسالت سنگین جرم نہیں ہے۔ جو کہ بجائے خود توہین رسالت کے مترادف ہے۔ قابل دست اندازی جرائم میں پولیس دفعہ 154 ضابطہ فوجداری کے تحت اور ناقابل دست اندازی جرائم میں دفعہ 155 ضابطہ فوجداری کے تحت کاروائی کرتی ہے۔ اب دونوں دفعات ملاحظہ کیجئے۔

دفعہ 154- "ارتکاب جرم قابل دست اندازی سے متعلق ہر ایسی اطلاع جو کسی پولیس اسٹیشن کے آفسر انچارج کو زبانی دی جائے تو اس کو لازم ہے کہ وہ بقلم خود یا اپنی زیر ہدایت اسے ضبط تحریر میں لائے اور اسے اطلاع دہندہ کو پڑھ کر سنائے اور ایسی ہر اطلاع پر خواہ وہ تحریری طور پر دی گئی ہو یا حسب مذکورہ بالا ضبط تحریر میں لائی گئی ہو' اطلاع دہندہ کے دستخط ہونگے اور اس کا خلاصہ ایسی کتاب میں درج کیا جائے گا جو ایسا آفسر اس طریقہ کے مطابق اپنے پاس رکھے گا جو صوبائی حکومت نے مقرر کیا ہو۔" مذکورہ دفعہ کے تحت درج تحریر ایف آئی ار (پرچہ) کہلاتی ہے۔

دفعہ - "(155) (1) - جب کسی پولیس اسٹیشن کے آفسر انچارج کو ایسی اطلاع موصول ہو کہ اسٹیشن کی حدود میں کسی جرم ناقابل دست اندازی کا ارتکاب ہوا ہے۔ تو اس کو چاہئے کہ اس کتاب میں جو حسب مذکورہ اس غرض کے لئے رکھی جائے گی۔ اس

کے خلاصے کا اندراج کرے اور اطلاع دہندہ کو مجسٹریٹ سے رجوع کرنے کی ہدایت کرے۔"

مذکورہ دونوں دفعات کا فرق صاف ظاہر ہے۔ دفعہ 154 ض ف کے تحت پرچہ درج ہو گا اور پولیس ملزم کو بلا وارنٹ گرفتار کر کے مقدمہ کی تفتیش کرے گی۔ جبکہ زیر دفعہ 155 ض ف پولیس ناقابل دست اندازی جرم میں از خود نہ ایف آئی ار درج کر سکتی ہے۔ نہ ملزم کو گرفتار کر سکتی ہے اور نہ ہی مقدمہ کی تفتیش کی مجاز ہے۔

حکومت دفعہ 295- سی تعزیرات پاکستان کے جرم کو ناقابل دست اندازی پولیس بنا کر دراصل غیر مؤثر کرنا چاہتی ہے۔ تاکہ نہ پولیس ملزم کو گرفتار کر سکے - نہ ایف آئی ار درج ہو اور نہ ہی مقدمہ کی تفتیش ہو سکے۔ اصول قانون (Jurisprodence) کے مطابق بین الاقوامی طور پر یہ مسلمہ امر ہے کہ کوئی سنگین جرم ناقابل دست اندازی نہیں ہو سکتا۔ لیکن حکومت اصول قانون کو نظر انداز کرتے ہوئے توہین رسالت کے سنگین ترین جرم کو محض غیر موثر کرنے کے لئے ناقابل دست اندازی بنانا چاہتی ہے۔

حکومت نے ایک چال کے ذریعہ حال ہی میں ایک پارلیمانی کمیٹی بنائی جس میں چار مسلمان نمائندے اور چار اقلیتی نمائندے شامل کئے۔ مسلمان نمائندوں میں کوئی بھی رکن ایسا نہیں جو مروجہ قانونی طریق کار اور قانونی موشگافیوں سے واقف ہو۔ اس کمیٹی میں سواد اعظم اہلسنّت کی کوئی نمائندگی بھی نہیں ہے۔ حکومت نے کمیٹی کے ارکان کے ذریعہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے یہ سفارش کروائی ہے کہ توہین رسالت کے جرم کی اطلاع موصول ہونے کے بعد پولیس فوری ایف آئی ار درج نہ کرے بلکہ پولیس اور مجسٹریٹ 24 گھنٹے کے اندر انکوائری کر کے ایف آئی ار درج کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کریں۔ یہ تجویز دو پہلوؤں سے انتہائی نامعقول اور نقصان دہ ہے۔ ایف آئی ار درج نہ ہونے اور ملزم کی عدم گرفتاری کی صورت میں مشتعل لوگ ملزم کو موقع پر ہی قتل کر دیں گے۔ اور ملزم کو صفائی کا موقع نہیں ملے گا۔ ایف آئی ار 24 گھنٹے کی تاخیر سے درج ہونے کی صورت میں اس کی قانونی حیثیت ختم ہو کر رہ جائے گی۔ ہماری عدالتیں ایف آئی ار تاخیر سے درج ہونے کی صورت میں ایف آئی ار پر اعتبار نہیں کرتیں۔ ایف آئی ار میں دو گھنٹے کی تاخیر بھی مقدمہ کی صحت کو مشکوک بنا دیتی ہے۔ اس لئے ایف آئی ار کے اندراج میں تاخیر دانستہ یا نادانستہ

توہین رسالت کے ملزم کو فائدہ پہنچانے کی کوشش یا سازش ہے۔ مروجہ طریق کار میں مقدمہ کا فیصلہ ہر صورت میں مجاز عدالت کو کرنا ہوتا ہے۔ پولیس اگر اس نتیجے پر پہنچے کہ ملزم بے گناہ ہے تو بھی عدالت کی صوابدید ہے کہ وہ ملزم کو پرچہ سے ڈسچارج کرے یا نہ کرے۔ جبکہ حکومت کی موجودہ تجویز کی صورت میں عدالت کا اختیار بھی پولیس کو مل جائے گا۔ کہ وہ مقدمہ کے اندراج سے پہلے انکوائری کر کے کہہ دے کہ وقوعہ ہوا ہی نہیں۔ اس طرح نہ ایف آئی آر درج ہونے کی نوبت آئے گی اور نہ معاملہ عدالت تک جائے گا۔

انسانی حقوق کی تنظیموں اور بار ایسوی ایشنوں کا ہمیشہ یہ مطالبہ رہا ہے کہ ایف آئی آر درج کرانے کا طریقہ سہل بنایا جائے اور پولیس کو اس امر کا پابند کیا جائے کہ کسی بھی جرم کی اطلاع موصول ہونے پر وہ فی الفور ایف آئی آر درج کرے اور ایف آئی آر کی نقل اطلاع دہندہ کو مہیا کرے۔ لیکن نہ جانے کیوں انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار توہین رسالت کے معاملے میں فوری ایف آئی آر درج کرنے پر معترض ہیں؟ اور ان کے اس دوہرے معیار کا کیا جواز ہے؟

مقدمہ توہین رسالت اور مدعی

اس امر سے ہر کوئی آگاہ ہے کہ نظام عدل میں بعض خامیوں اور عدم تحفظ کی وجہ سے دن دیہاڑے اور بر سر عام کیے گئے جرائم میں بھی کوئی فرد مدعی اور گواہ بننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ نتیجتہ" مجرم قرار واقعی سزا بھگتنے کی بجائے باآسانی قانونی گرفت سے بچ نکلتا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ سنگین جرائم کے عینی شاہدوں کو تحفظ فراہم کیا جائے تاکہ لوگ تفتیش کے دوران پولیس کی اور مقدمہ کی سماعت کے دوران مجاز عدالتوں کی بطور مدعی اور گواہ بلا خوف و خطر مدد کر سکیں اور عدالتیں اصل حقائق کی بنیاد پر مقدمات کے فیصلے کرنے کے قابل ہو سکیں۔

لیکن افسوس کہ بعض وزراء کے بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حکومت توہین رسالت کے مقدمہ کے مدعی کے خلاف مقدمہ ثابت نہ کر سکنے کی صورت میں اسے سزا دینے کے لئے امتیازی قانون بنانا چاہتی ہے۔ تاکہ سزا کے خوف سے کوئی شہری توہین رسالت کے مقدمہ میں مدعی بننے کی ہمت نہ کر سکے۔ جبکہ مقدمہ کا ثابت نہ ہو سکنا اور ملزم کا بری ہو جانا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ مقدمہ جھوٹا اور غلط تھا۔

فوجداری مقدمات میں شک کا فائدہ ملزم کو دیا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض فنی اور تیکنیکی وجوہات کی بنا پر بھی ملزم بری ہو جاتا ہے۔

وطن عزیز میں نافذ العمل قوانین میں جھوٹا مقدمہ درج کرانے اور جھوٹی شہادت دینے والے کے لئے پہلے سے سزا مقرر ہے۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 182 کے تحت جھوٹا مقدمہ درج کرانے والے شخص کو چھ ماہ قید یا ایک ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ تعزیرات پاکستان (Pakistan Penal Code) میں عام جرائم سے لے کر سنگین ترین جرائم میں مقدمہ جھوٹا ثابت ہو جانے کی صورت میں مدعی کے لئے چھ ماہ کی مذکورہ قید کی سزا متعین ہے۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 193 کے تحت عدالت میں جان بوجھ کر جھوٹی شہادت دینے کی سزا 7 سال تک قید ہے اور ایسا شخص جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا۔ دفعہ 194 ت پ کے تحت کسی شخص کو جھوٹی شہادت کے ذریعہ سنگین جرم میں سزایاب کرانے کی صورت میں جھوٹی شہادت دینے والے کو عمر قید سادہ یا دس سال قید با مشقت اور جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح دفعہ 195 ت پ کے تحت جان بوجھ کر جھوٹی گواہی کے ذریعہ کسی دوسرے معصوم بے گناہ شخص کو سزایاب کرنے والے شخص کی سزا اتنی ہو گی جتنی سزا اس نے اپنی جھوٹی شہادت کے ذریعہ سے بے گناہ شخص کو دلوائی ہو۔

مذکورہ بالا تعزیری دفعات کی موجودگی میں توہین رسالت کا مقدمہ ثابت نہ ہو سکنے کی صورت میں مدعی اور گواہان کو سزا دینے کے لئے الگ قانون سازی کی ہرگز ضرورت نہ ہے۔ حکومتی طرز عمل سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ توہین رسالت کے مقدمات کے سلسلہ میں مدعی کے لئے الگ سزا مقرر کرنے کا مقصد صرف اور صرف توہین رسالت کے جرم کی اطلاع دینے کا دینی فریضہ ادا کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کرنا ہے۔ جو کہ درحقیقت توہین رسالت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے مترادف ہو گا۔

موجودہ قانون کے مطابق توہین رسالت کی ایف آئی آر درج ہونے کے بعد پولیس ملزم کو فوری گرفتار کر کے مقدمہ کی تفتیش کرتی ہے۔ تفتیش مکمل ہو جانے پر چالان مقدمہ سیشن عدالت کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ سیشن کورٹ مقدمہ کا فیصلہ کرتی ہے۔ اگر سیشن کورٹ توہین رسالت کا جرم ثابت ہو جانے پر ملزم کو سزائے موت دینے کا حکم صادر کرے تو ملزم کو ہائی کورٹ میں اپیل کرنے کا حق حاصل ہے۔ ہائی

کورٹ کے فیصلے کے خلاف ملزم سپریم کورٹ میں جا سکتا ہے۔ سیشن کورٹ کی طرف سے سزائے موت کا حکم ہائی کورٹ کی توثیق کے تابع ہوتا ہے۔ ملزم اپیل نہ بھی کرے تب بھی مقدمہ ریفرنس کی صورت میں ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ کے روبرو پیش ہوتا ہے۔ ہائی کورٹ کے دو فاضل جسٹس صاحبان مقدمہ کا تمام پہلوؤں سے از سر نو جائزہ لیکر فیصلہ کرتے ہیں۔ ہائی کورٹ کی جانب سے سزائے موت کی توثیق کی صورت میں سزا پر عملدر آمد ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موجودہ قانونی طریق کار میں کوئی سقم موجود نہ ہے جس کے لئے کسی ترمیم کی ضرورت ہو۔ توہین رسالت کے سلسلہ میں نافذالعمل قوانین اور طریق کار انصاف کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے۔ یہ تاثر بالکل غلط، بے بنیاد اور بلا جواز ہے کہ توہین رسالت کے سلسلہ میں اقلیتی ملزم کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔ لہٰذا حکومت کو دو ٹوک اور واضح اعلان کرنا چاہئے کہ توہین رسالت کے جرم کو ناقابل دست اندازی پولیس نہیں بنایا جائے گا۔ بلکہ یہ جرم قابل دست اندازی ہی رہے گا۔ اسی طرح توہین رسالت کے مقدمہ کے ثابت نہ ہو سکنے کی صورت میں مدعی کو سزا دینے کے لئے کوئی امتیازی قانون سازی نہ کرنے کی واضح یقین دہانی کرائی جائے۔ تاکہ مسلمانان پاکستان کی تشویش اور اضطراب ختم ہو سکے۔

☆☆☆☆☆

مشترکہ اجتماعی اعلامیہ

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سزائے موت پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں - اور یہ ~~اعلان~~
اس جرم کو قابل دست اندازی پولیس رکھا جائے
FIR درج ہونے پر اور ملزم کے گرفتار ہونے کے
بعد تحقیقات اعلیٰ سطح کے افسران مجاز کے ذریعہ
کی جائے جو ۴۸ گھنٹوں کے اندر تفتیش مکمل
کرکے چالان عدالت میں پیش کر دیں - اور
جھوٹا الزام لگانے والے کو بھی مروجہ قوانین کے
مطابق سنگین سزا دی جائے - تمام انسانوں کے
حقوق کی اہانت کرنے والوں کے لئے بھی
وہی سزا مقرر کی جائے جو گستاخ رسول کے لئے
مقرر ہے جیسا کہ وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ
کو ہدایت کی ہے -

سید ذاکر حسین شاہ
15/7/94
محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ

15 جولائی 1994ء کو روزنامہ جنگ لاہور کی طرف سے گستاخ رسول کی سزا کے مسئلہ پر بلائی گئی گول میز کانفرنس کے شرکاء علامہ سید محمود احمد رضوی، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ، سینیٹر پروفیسر ساجد میر، پیر سید بنیامین رضوی، وفاقی وزیر ڈاکٹر شیر افگن نیازی، سید ذاکر حسین شاہ، (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل) کے دستخطوں سے درج بالا مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا۔ جسے کانفرنس میں شریک جنرل ریٹائرڈ کے۔ ایم اظہر، مولانا اسلم سلیمی، حافظ حسین احمد، اور مولانا محمد اعظم طارق کی بھی حمایت حاصل ہے۔ مشترکہ اعلامیہ تحریک تحفظ ناموس رسالت کے موقف کی تائید کرتا ہے۔

تحریک تحفظ ناموس رسالت

کے

مطالبات

☆ توہین رسالت کی سزا میں کمی نہ کی جائے

(اس کی وضاحت حکومت نے کر دی ہے)

☆ توہین رسالت کے جرم کو قابل دست اندازی پولیس برقرار رکھا جائے۔

☆ توہین رسالت کے جرم کو ثابت نہ کر سکنے کی صورت میں مدعی کو سزا دینے کے لئے امتیازی قانون نہ بنایا جائے۔

☆ تحریک کے پہلے اسیر پیر محمد افضل قادری کو فی الفور رہا کیا جائے۔

☆ وفاقی وزیر قانون اقبال حیدر کو برطرف کیا جائے۔